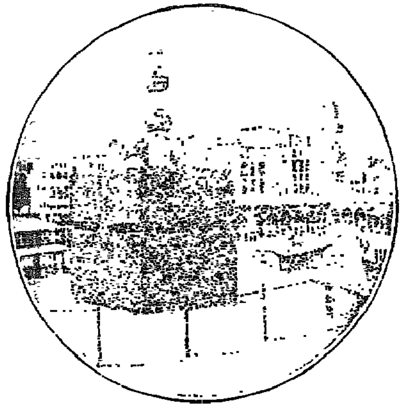
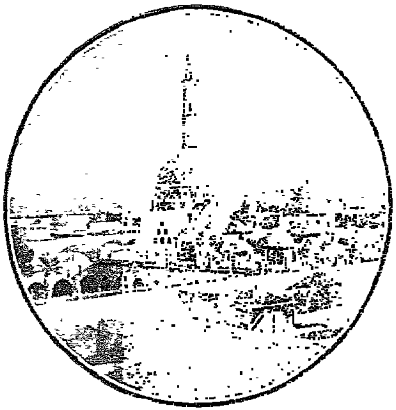
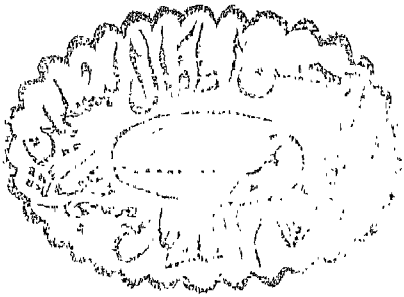
کائناتِ عرب

مكه معظمه



مدينه منوره





جذب عرب کے بل پہ ہے انجم قوم کا قیام
یثرب کے آفتاب کا یعنی نظام اور ہے

کائناتِ عرب

یعنی

جزیرہ نمائے عرب کے ملکی۔ تاریخی۔ تمدنی حالات کا

آئینہ

جسے حضرت شمس العلما مولانا مولوی محمد حسین صاحب آزاد
کے قلمی مسودات سے جلا دیکر

آغا محمد طاہر نبیرۂ حضرت آزاد نے مرتب کیا

آزاد بک ڈپو
کیلئے
بابو نظام الدین پرنٹر نے گیلانی پریس لاہور میں چھاپا

دیباچہ

از

مصور فطرت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

جناب شمس العلما مولینا مولوی محمد حسین صاحب آزاد کے پوتے آغا محمد طاہر نے ایک قلمی رسالہ کائنات عرب مجھے دکھایا۔ مجھے سرسری نظر سے دیکھنے کی فرصت تھی۔ تمام دکمال دیکھ لیا خوب چیز ہے۔

پہلے جغرافیہ بیان کیا ہے۔ اور انصاف یہ ہے۔ کہ ایسے آسان دل نشین انداز سے چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑے بڑے حالات لکھے ہیں۔ گویا دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ اس کے بعد زبان کی بحث ہے۔ اور اس میں بہت محنت کی گئی ہے۔ زبان کے مذہبی تمدنی سیاسی حصوں پر وضاحت سے بحث کر کے تغیرات کرتا یا ہے۔

قرآن کی ترتیب کے بارہ میں وہ ہی خیال ظاہر کیا ہے۔ جو عموماً شیعہ حضرات کا ہے ؛

غرض یہ مختصر مجموعہ ملک عرب کا آئینہ ہے۔ جس میں اس خطہ کی پوری شکل دکھائی دیتی ہے۔ عرب کے تاریخی انقلابات۔ تمدنی الٹ پھیر۔ مذہبی جذبات اور ہر قسم کے معاملات و حالات پر روشنی ڈالی ہے۔ جس سے مصنف کی غیر معمولی واقفیت کا اندازہ ہوتا ہے:-

یہ کتاب اس قابل ہے۔ کہ انگریزوں کے کورس میں داخل ہو۔ کیونکہ وہ آج کل ملک عرب کے حالات ضرورتاً پڑھا کرتے ہیں۔ اس سے بہتر صاف اردو میں اتنے وسیع مضامین اور کسی بڑی کتاب میں بھی نہ ہوں گے۔ اس کا پڑھنا اردو بھی سکھائے گا۔ اور معلومات میں بھی اضافہ ہوگا۔

آغا محمد طاہر کا بڑا کام ہوگا۔ اگر یہ غیر مطبوعہ چیپٹر شائع ہو جائے۔

۱۰ مارچ ۱۹۲۲ء

حسن نظامی

دیباچہ

از

آغا محمد طاہر نبیرہ حضرت آزادؔ

پنجاب میں موجودہ تعلیم حکومت انگریزی کے حسن اہتمام کا ثمرہ ہے۔ غدر کے بعد جب علم و ہنر کے پودے یہاں لگائے گئے۔ تو ان کے سینچنے اور بارآور کرنے کے لئے چاروں طرف سے صاحب علم و فضل حضرات جمع ہونے شروع ہوئے۔ اکثر ان میں ایسے صاحب فضل و کمال تھے۔ کہ پھر پنجاب کی آنکھ نے ایسے فرزانہ اور یگانہ ادیب نہیں دیکھے؛

ان علم و فضل کے متوالوں میں ایک ڈاکٹر لٹنر مشہور ہیں یہ ۱۸۶۷ء کے قریب کا واقعہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب ہفت زبان عالم تھے۔ حضرت آزاد کی عمر کا ایک بڑا حصہ ان صاحب کے ساتھ گذرا۔ یہ گورنمنٹ کالج کے پرنسپل تھے۔ پھر یونیورسٹی کے رجسٹرار ہو گئے۔ اور مختلف عہدوں پر بھی فائز رہے۔ سیاسی خدمات پر سنٹرل ایشیا گئے۔ وہاں بھی مولانا ساتھ تھے؛

انہیں اشاعت علوم و فنون کے علاوہ تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا۔ نئی نئی ترکیبیں اور ایجادیں اس محکمہ میں پیدا کرتے تھے۔ مگر تکمیل پر نہ پہنچا سکتے تھے۔ کچھ اس لئے کہ مصروفیت زیادہ کچھ صاحب بہادر تھے۔ چھان بین اور محنت کون کرے۔ اکثر مولینا آزاد سے یہ کام لیتے تھے۔ ان تصانیف میں سے ایک ضخیم کتاب سنین اسلام بھی ہے۔ جس میں تاریخ اسلام کا ہر واقعہ تاریخوار معلوم ہو جاتا ہے ٭

حضرت آزاد نے نہایت کاوش سے اس کتاب کو ترتیب دیا۔ اور ڈاکٹر صاحب کے نام سے وہ کتاب شائع ہوئی۔ شاید اس وقت کسی درس میں داخل ہو گئی تھی۔ پھر دوبارہ نہ چھپ سکی۔ مولینا کی محنت خاک میں مل گئی۔ آج کسی کو معلوم بھی نہیں کہ وہ کتاب کیا ہوئی ٭

ڈاکٹر لٹنر صاحب کا قاعدہ تھا۔ کہ اپنی رائے کا اظہار کر دیتے مولینا اس مضمون کو بنا سنوار کر لے جاتے۔ ڈاکٹر صاحب کو پسند آیا۔ تو بہت خوب۔ ورنہ مولوی صاحب دوبارہ لکھیں۔ اس قسم کے سینکڑوں مسودات اور مضامین مولینا کے بستوں میں موجود ہیں۔ مگر بیکار۔ ان کا کوئی سرپرست نہیں ٭

اس قسم کے چند مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو **"مکاشفات غیب"** کے نام سے پیش کیا جاتا ہے۔ اصل دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے

کہ مولینا سیٹھن اسلام کے ابتدا میں ایک مختصر مگر مکمل مقدمہ لگانا چاہتے تھے۔ اس مقدمہ کے لئے یہ نوٹ لکھے ہوں گے ڈاکٹر صاحب کو پسند نہ آئے۔ اسی طرح ڈال دیئے۔ بہت عرصہ گذرا شاید ۱۹۲۱ء کا وسط ہوگا۔ میں نے ان پرچوں کو جمع کیا۔ سب کو ترتیب دے کر ایک رسالہ کی صورت میں نقل کر لیا۔ لیکن کہیں کہیں کچھ کم زیادہ بھی کرنا پڑا۔

یہ رسالہ میں نے حضرت خواجہ صاحب قبلہ کو دکھایا۔ انہوں نے پسند فرمایا۔ اور چند سطریں بطور دیباچہ کے تحریر فرمائیں۔ جو ابتدا کی زینت ہیں۔ اس کے بعد اتفاقاً میرے مکرم و معظم مولینا مولوی سید محمد سبطین صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لدھیانہ تشریف لائے۔ ان سے رسالہ کے متعلق مشورہ ہوا۔ انہوں نے خاص محبت اور توجہ سے اس کو تمام و کمال دیکھا اور جہاں کہیں مناسب سمجھا۔ اصلاح فرما دی۔ ان کا شکریہ نہ ادا کرنا حق فراموشی ہے۔ لہذا سب سے پہلے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ "جزاک اللہ"

اب خدا کا کرنا یہ ہوا۔ کہ وہ صاف مسودہ کہیں کتابوں کے اوپر نیچے ہو گیا۔ اس کی کائنات ہی کیا تھی چھپ رہا۔ ہر چند تلاش کیا۔ مگر ننھی سی جان ایسی آنکھ سے اوجھل ہوئی کہ خدا کی پناہ۔ اتنی فرصت نہ تھی۔ کہ دوبارہ اصل مسودات کو ڈھونڈوں

ترتیب دوں - کانٹوں - چھانٹوں اور نقل کروں - کچھ مکروہات
زمانہ نے فرصت نہ دی - غرضیکہ خاموش ہو رہا اور صبر کیا ۔
اب جبکہ کتابیں صاف کر رہا تھا - یکایک یہ گم شدہ بچہ ہاتھ
آگیا - شاید تقدیر اس کی یوں ہی ہو - تو ہم بھی اسی میں خوش
ہیں - اچھا تو اب اس کو چھپواتا ہوں - غرض اس سے یہ ہے
کہ مولینا کی تصنیف سنن اسلام نہ سہی - اس کا بچہ ہی زندہ رہے
دوسرے آج کل ہندوستانیوں کی آنکھیں ہر وقت عرب پر لگی
رہتی ہیں - ہر بڑھا بڑھا عرب کے حالات اخباروں میں
پڑھتا اور سنتا ہے - مگر سوائے چند آدمیوں کے باقی کو علم نہیں
کہ عرب کیا ہے - کہاں ہے - اس میں کس قسم کے آدمی رہتے
ہیں - کیسے کیسے بادشاہ وہاں گذرے ہیں - یہ چیزیں ہیں جن
کے لئے یہ رسالہ چھپوایا گیا ہے - تمام ہندوستان عموماً اور مسلم
بچے خصوصاً سزاوار ہیں - کہ اس رسالہ کو پڑھیں - اور نقشہ ذہن میں
جمائیں تاکہ اپنے بزرگوں اور دنیا کی تاریخ کو الٹ دینے والے
شیروں کا مسکن ہر وقت پیش نظر رہے - اس میں بہت کچھ فائدے
ہیں - ہر انسان اپنی قابلیت کے مطابق اس میں سے اخذ کر سکتا ہے ۔
اس کی زیبایش بڑھانے کے لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے نہایت
عمدہ فوٹو بھی شامل کر دئے ہیں - زیادہ التماس دعا ۔

طاہر نبیرہ آزاد

۲ جنوری ۱۹۲۲ء

جغرافیہ عرب

یہ مملکت وسیع ریڈسی یعنی بحر الاحمر اور پرشین گلف یعنی خلیج فارس کے درمیان واقع ہے۔ حد شمالی شام اور دریائے فرات حد غربی بحر قلزم اور نہر سوئیز[1]۔ حد جنوبی بحر ہند۔ حد مشرقی خلیج عمان اور خلیج فارس ہے۔ طول اس کا جنوباً اور شمالاً ۱۷۰۰ میل۔ اور عرض شرقاً و غرباً ۱۲۰۰ میل ہے۔ آبادی فی میل مربع بارہ آدمی کے حساب سے تقریباً ایک کروڑ ہے۔

یہ مملکت کئی ملکوں میں تقسیم ہے۔ زبان لاطینی میں مشرقی حصہ کو عربیہ پطریہ یعنی عرب الاحجار کہتے ہیں۔ کیونکہ زبان یونانی میں پطریہ بمعنی سنگلاخ ہے۔ یہی مغرب میں ہے۔ دوسرے حصہ کو فیلیکس یعنی عرب السعادۃ کہتے ہیں۔ شمالی حصہ کو عربیہ ڈزرٹا یعنی عرب الرمل کہتے ہیں۔ جہاں پانی گھاس کچھ نہیں!

[1] اصل مسودے میں خاکنائے سویز تھا۔ کیونکہ جس وقت یہ عبارت لکھی گئی تھی۔ نہر سویز نہ کھدی تھی! طاہر

ملک عرب میں کوہستان ہیں - اور گرد اس کے ریگستان - اس ملک میں کوئی دریا نہیں - ندی اور جھیل تو بالکل ہی نہیں ہے - پیداوار زیادہ تر کھجوریں - گھوڑے - اونٹ - قہوہ - لبان اور گوند وغیرہ ہیں - بعض مقامات پر نفیس عمدہ میوہ جات بھی پیدا ہوتے ہیں - مثل سیب - انگور - انار وغیرہ - طایف کے انار مشہور ہیں ؞

اس ملک کے کناروں پر تجارت کے لین دین سے نفع حاصل ہو سکتا ہے - سمندر کے کناروں کے رہنے والے یا شہر اور گاؤں کے لوگ تجارت یا کھیتی یا کچھ اور پیشہ کرتے ہیں - اور بیچ ملک کے لوگ بکریوں - اونٹوں اور گھوڑوں کے گلّے رکھتے ہیں - اور پانی گھاس کے ٹھکانے ہمیشہ ڈھونڈھتے رہتے ہیں - اکثر بدوی قبایل رہزنی اور چوری پر گذران کرتے ہیں - خوراک ان کی اکثر بھیڑ اور اونٹ وغیرہ کا گوشت اور دودھ ہے ؞

یہ ملک زیر حکم ایک قوم کے نہیں - ہر ایک قبیلہ کا ایک شیخ یا رئیس علیحدہ ہوتا ہے - اور ہر ایک قبیلہ اپنے اپنے شیخ کے زیر حکم ہے - لوگ وہاں کے اکثر متواسط القامت - دبلے - پتلے رنگ کے گورے اور سانولے - مگر جوانمرد اور مہمان نواز ہیں الغرض آبادی کم اور ویران زیادہ ہے - متمدن عرب عرصہ تک ترکوں کے زیر نگرانی رہا - پھر شریف مکہ کے زیر حکومت ہوا اب

حاکم نجد کے تصرف میں ہے! طاہر

عرب الاحجار۔ اس سرزمین میں بڑے بڑے پتھر بکثرت ہیں۔ یہ حصہ بہت تھوڑا ہے۔ اور بحیرۂ احمر کے شمال میں ہے۔

عرب السرور۔ اُس کے جنوب میں ہے۔ عرب الاحجار میں حضرت اسمٰعیل کی اولاد رہتی تھی۔ مشہور پہاڑ وہاں کے یہ ہیں۔ سینا۔ حورب۔ جن کا ذکر کتاب مقدس میں بھی آیا ہے۔

کوہ طور۔ پہلا پہاڑ یہودیوں کی تاریخ میں یہی ہے مغرب اور شمالی گوشہ میں بحیرۂ قلزم کے کنارے پر واقع ہے۔ اسی پہاڑ پر اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ پیغمبر کو دس احکام یہودیوں کی ہدایت کے واسطے صادر فرمائے تھے۔ کوہ سینا میں بہت سے عبادت خانے تھے۔ کہ ان میں یونانی اور لاطینی راہب اور کاہن اور بیت المقدس کے عابد عمر گذار کر مر جاتے تھے۔ اسی کے پاس یونانیوں کا متبرک عبادت خانہ تھا۔ جس کو سنت کیتھرین کہتے ہیں۔ کوہ سینا کے سامنے جو میدان ہے اسے بھی سینا کہتے ہیں اور عبری زبان میں سینا تنگس کے درخت کو کہتے ہیں۔ وہاں یہ درخت بہت ہیں۔ اس لئے پہاڑ کا یہ نام ہوگیا۔

کوہ سینا پر سے **کوہ حورب** دکھائی دیتا ہے۔ اس کے دامن میں بھی ایک ۹ × ۳ میل کا میدان ہے۔ کہتے ہیں کہ

بنی اسرائیل جب مصر سے نکل کر بیت المقدس کو گئے۔ یہیں لشکر ڈالا تھا۔ یہ مقام کوہ سینا کے غرب میں ہے۔ اہل عرب اس کو حورب کہتے ہیں۔ خلیج عقبہ اور خلیج یوس دو دریا اس کے دو طرف ہو کر نکل گئے ہیں۔ کیا عجب ہے۔ کہ مجمع البحرین جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ وہ یہی مقام ہو۔ کیونکہ بحر ہند اور بحر عمان کے ملان پر جو حضرت موسیٰ کی حضرت خضر سے ملاقات لکھی ہے۔ ان مقاموں میں ان کا گذرنا قیاس میں نہیں آتا ؂

عرب الرمل۔ شمال مشرقی حصہ ہے۔ کہ سوائے ریگ اور ریتے کے گھاس پانی کا اس میں پتہ نہیں۔ یہ ریگستان صحرائے بالمیرا سے عراق عرب اور بابل تک چلا جاتا ہے ؂

اس حصہ کے مغرب میں ایک حصہ سیریا یعنی شام کا ہے اور عرب الاحجار ہے۔ شمال میں الجزیرہ اور جنوب میں عرب السرور ہے ؂

شہر تپ سکوس ایک زمانہ میں بہت مشہور شہر تھا۔ اس کے مشرقی موڑ پر عرب الرمل اور دریائے فرات تھا۔ اسی شہر سے کیخسرو۔ دارا اور سکندر کے لشکر گذرے۔ جس وقت کیخسرو یہاں سے گذرا۔ تو پانی اتنا چڑھاؤ پر تھا۔ کہ سوار کے سینے تک آتا تھا۔ دارا پل باندھ کر اترا۔ وہاں سے سنتے ہیں

آکر شکست کھائی۔ سکندر اس کے تعاقب میں گیا ؛

سفنتہ وہی جگہ ہے۔ جہاں ملک اذنہ اور مصصمہ ہیں اور السوس میں تین پھر دوبارہ سکندر لڑا ؛

عربستان کے شہروں میں سے بعض اپنے تئیں قحطان کی اولاد بتاتے ہیں۔ جو سام کی پانچویں پشت میں تھا۔ اور بعضے جو اپنے آپ کو عدنانی بیان کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کی نسل سے ہیں ؛

عرب السرور خوب ہرا بھرا ہے۔ گاؤں۔ قصبہ آباد۔ دوائیں اور جڑی بوٹی۔ خوشبو پھول۔ گھاس۔ پات وہاں بہت پیدا ہوتا ہے۔ بن اور کھجوروں کی پیداوار زیادہ مشہور ہے۔ عرب میں بعض اشخاص شہروں میں رہتے ہیں۔ اور بعض جنگلوں میں۔ جنگل کے لوگ بدوی کہلاتے ہیں۔ اکثر سکونت ان کی خیموں میں ہوتی ہے۔ ان کے علیحدہ علیحدہ قبیلے جا بجا گشت کرتے ہیں۔ اور لوٹ کو کسب جانتے ہیں۔ یہ بادشاہ نہیں مانتے۔ مگر ہر ایک قبیلہ اپنے اپنے رئیس کا لحاظ رکھتا ہے۔ سلطان مسقط ان سب میں زیادہ طاقتدار ہے۔ عرب السرور میں اصلی باشندوں میں سے سبا کے قبایل کے لوگ اکثر صحرائی یعنی بدوی رہتے تھے۔ سبا والے بحر احمر کے جنوب میں اور بدوی لوگ مشرق میں رہتے تھے۔ یہ لوگ پہلے اسلام کی طرف جھکے۔ اس

وقت سے انہیں ممالک غیر سے تعلق پیدا ہوا۔ اور یورپ کے لوگ ان کو سراسینی کہنے لگے۔ شاید یہ لفظ شرقین کا مبتدل ہو کیونکہ یورپ کے مشرق میں واقع ہے ؎

عرب کا ملک نصف سے زیادہ جنوب اور مشرق کی طرف سے منطقہ گرم میں واقع ہوا ہے۔ اور باقی کا حصہ شمال کی طرف سے منطقہ معتدلہ میں لیکن پھر بھی بہت گرم ہے۔ ہوا وہاں کی گرم خشک ہے۔ اکثر اوقات ایسی لو چلتی ہے کہ جس کی سمیت سے حیوان تک کو جان کا خطرہ ہے۔ علاوہ منطقہ گرم کے ایک سبب یہ بھی ہے۔ کہ اکثر زمین یا سنگلاخ ہے یا ریگستان کے جنگل ہیں۔ عرب کے وسط میں ایک بڑا وسیع ریگستان و جنگل لق و دق ہے۔ اس واسطے مسافر رات کو چلتے ہیں پہلے ستارے ان کے رہنما تھے۔ اب بعض بعض قطب نما بھی رکھتے ہیں۔ اکثر صحراؤں میں آندھی کے سبب سے اتنا ریتا اڑتا ہے کہ قافلے کے قافلے دب کر زمین برد ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بادیہ نشین راہ مارجن کو وہاں کے لوگ حرامی کہتے ہیں ان کا خطرہ بھی قدم قدم پر ہے۔ کہ مال سے لے کر نقد جان تک کچھ نہیں چھوڑتے۔ یہ لوگ اکثر جنگلی۔ شہسوار۔ دلیر اور چالاک ہوتے ہیں۔ خصوصاً دوڑنے کے حق میں تو آندھی ہیں باوجود عادت مذکور کے جس سے بھائی بندی کر لیں۔ اس

کے ساتھ مرتے دم تک کسی بات میں دریغ نہیں کرتے۔ مہمان نوازی کے باب میں مشہور ہیں۔ گھوڑے وہاں کے عالم میں شہرۂ آفاق ہیں۔ خصوصاً اسپریہ کے۔ عرب انہیں اپنے بچوں سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ اور حق یہ ہے۔ کہ وہ بھی اسی لائق ہیں۔ اگرچہ قد کے بہت اونچے نہیں ہوتے۔ مگر تیز اور چالاک باوجود اس کے طبیعت کے دھیمے۔ بھوک۔ پیاس کے سہارنے والے۔ کڑی کڑی منزلوں کے جھیلنے والے۔ چہرہ مہرہ کے خوبصورت۔ ہاتھ پاؤں کے موزون۔ گردن خمدار۔ چھوٹا منہ۔ ننھے ننھے کان۔ مور کی سی دم کا بال بال کھلا ہوا۔ ہر طرح عیب سے پاک۔ الغرض عرب کا گھوڑا عام و خاص میں مشہور ہے۔ وہاں سے بہتر جانور کہیں نہیں ہوتا۔ دو دو ہزار برس تک کا نسب نامہ وہاں والے اپنے گھوڑے کا یاد رکھتے ہیں اس پر قبیلہ کے سرداروں کی طرف سے سندیں ہوتی ہیں کہ نجیب الطرفین ہے۔ گھوڑا بد نہیں۔ کوئی عیب علت نہیں۔ فلانے فلانے معرکے میں میدان جیتا ہے۔ گھوڑوں کی تعریفوں میں ان کے شاعروں نے بھی بڑے بڑے زور۔ شاعری کے لگائے ہیں ؟

جو جانور اس ملک کے گذارہ کا اصل سرمایہ ہے وہ اونٹ ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا۔ تو ان گرم ریگستانوں میں کسی کا گذر نہ ہو

سکتا۔ جنگل کے کانٹے کھاتا ہے۔ اور سات آٹھ دن میں ایک
دفعہ پانی پیتا ہے۔ اس پر منوں بوجھ اٹھاتا ہے۔ راتوں کو
ریگستان اور پہاڑوں میں منزلیں کاٹتا ہے۔ خلیج فارس سے
لے کر بحر احمر کے کنارہ تک انہیں کی بدولت لاکھوں آدمی
اور لاکھوں من بوجھ پہنچتا ہے۔ شاعروں نے اس کے لئے بڑی
بڑی تعریفیں کہی ہیں۔ اس کے اقسام اور ہر عضو بلکہ ایک ایک
حرکت کے لئے خاص خاص الفاظ اس کثرت سے ہوگئے ہیں
کہ لغت کی کتاب اگر دیکھیں۔ تو دس سطروں میں سے ایک
دو میں اس کا نام ضرور ہوگا۔ میوہ میں کھجور کا یہی حال ہے۔
اور وہی وہاں کی اعلیٰ پیداوار ہے ؛

شترمرغ بھی وہیں کا جانور ہے۔ ایک پرندہ کوئی سات
آٹھ فٹ بلند ہوتا ہے۔ ڈیڑھ دو سیر کا بیضہ دیتا ہے۔ تیز رفتار
اس قدر ہے۔ کہ اس کی دوڑ کو سوار کا گھوڑا نہیں پہنچ سکتا ؛

مشہور شہر عرب کے یہ ہیں۔ مکہ۔ مدینہ۔ صنعا زبین۔ مسقط
عدن۔ درعیتہ۔ مخا اور جدہ ؛

مکہ ۲۱ درجے ۲۰ دقیقے عرض شمالی اور ۴۰ درجے ۱۵ دقیقے
طول شرقی میں ایک چھوٹی سی رمل اور سنگلاخ وادی کے
درمیان آباد ہے۔ نہ اس شہر میں کوئی باغ ہے نہ کسی جانب
درخت اور سبزہ نظر پڑتا ہے۔ بلکہ پانی بھی پینے کے لائق دینا

کوس سے لایا جاتا ہے۔ شہر قرینہ سے آباد ہے۔ اور بازار وسیع
اور بارونق ہیں۔ آبادی قریباً تیس ہزار آدمی کے ہوگی ؛
کعبہ یعنی مسجد اسلام مکہ کے درمیان چہار دیوار مربع کے
اندر جس کے ستونوں پر مینار بنے ہیں۔ ایک چھوٹا سا مکان
مربع ہے۔ ۳۶ فٹ بلند و ۳۳ فٹ وسیع سیاہ کپڑے سے
پوشیدہ ہے۔ اس کے درمیان ایک گوشہ میں حجر الاسود سیاہ
چادر میں لپٹا رکھا ہے۔ جو زائر آتے ہیں۔ اول اس پتھر
کو بوسہ دیتے ہیں۔ کبھی سال میں ایک دو دفعہ کھلتا ہے
اس کے قریب ہی چاہ زمزم ہے۔ ہر ایک مسلمان اس کا
پانی اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اور اس کے پینے میں ثواب عظیم
سمجھتا ہے ؛

مدینہ۔ مکہ سے ۲۰۰ میل مائل بگوشہ مغرب و شمال پرانے
سے شہر پناہ کے بیچ ۶۰۰ گھر کی آبادی ہے۔ اس میں مسجد
محمدی کی عظیم عمارت ہے۔ جس میں ۴۰۰ ستون سنگ موسیٰ کے
لگے ہیں۔ اور ۳۰۰ چراغ ہمیشہ روشن رہتے ہیں۔ مکہ اور
مدینہ کا حال بہت مشہور ہے۔ مگر مدینہ جس کا اصلی نام یثرب
ہے۔ اس نے خواجہ کائنات کے گہوارہ ہونے کے سبب
سے زیادہ نام پایا ؛

مخا۔ بحر احمر کے دہانے پر ایک بندرگاہ ہے۔ کہ ہند[illegible]

افریقہ و عرب وغیرہ کی تجارت گاہ ہے - یہاں سے بُن - ایلوا - کُندر - مُر وغیرہ دوائیں باہر جاتی ہیں - چھ ہزار آدمی کی آبادی ہے - مخا کا سا قہوہ کہیں نہیں پیدا ہوتا ہے

عدن - ایک قدیمی مشہور شہر ہے - عرب کے گوشہ جنوب مغرب میں عرب کہتے ہیں - کہ عدن بن سبا حضرت ابراہیم کے پوتے نے یہ شہر آباد کیا تھا - اب یہ شہر سرکار انگریزی کے تحت میں ہے - اور بندرگاہ عظیم ہے - سرکار نے ایک مضبوط قلعہ یہاں تعمیر کیا ہے - جس میں ایک ایجنٹ معہ کچھ فوج اور توپ خانہ وغیرہ کے رہتا ہے - کہ اس کو عرب کے لوگ قنل یا قنصل کہتے ہیں - انگریزی میں جس کو کونسل یعنی وکیل کہتے ہیں - اسی لفظ کو بگاڑا ہے

صنعاء - امام یمن یہیں رہتا ہے - پچاس ہزار آدمی کی آبادی ہوگی - اسی شہر میں قدیمی عمارتوں کے بہت نشان ہیں چنانچہ ایک برج ہے - جسے اہل عرب کہتے ہیں کہ سام ابن نوح کی عمارت ہے - حضرت عثمان نے اس کو ویران کیا تھا - اور اس کو قصر غمدان کہتے ہیں - اشعار عرب میں اس کا ذکر بہت آتا ہے - قاموس میں ہے - کہ یشرخ کا بنایا ہوا ہے - اس کے چار طرف چار رنگ تھے - سرخ سفید - زرد - سبز - اندر اس کے کئی منزل اونچا ایک محل

تھا۔ کہ ہر منزل میں چالیس چالیس ہاتھ کی وسعت تھی۔ صنعا کا علاقہ آب و ہوا۔ باغ اور درختوں کے باب میں تمام عربستان میں مشہور ہے۔ چنانچہ اس کو دوسرا شام کہتے ہیں ✦

مسقط اور سویس بھی مشہور تجارت گاہ ہے۔ مسقط میں بارہ ہزار آدمی کی آبادی ہوگی ✦

یہ ملک ہر چند جزیرۃ العرب مشہور ہے۔ مگر اس کے حدود میں اختلاف ہے۔ جزیرۃ اسے اس لئے کہتے ہیں۔ کہ فرات مشرق میں ہے۔ اور دریائے بصرہ عبادان جنوب میں عدن تک گیا ہے۔ پھر مغرب کو مڑ کر جدہ تک اور ساحل مکہ اور ساحل مدینہ تک پہنچ کر پھر ایلہ تک پہنچا ہے۔ پھر بصرہ میں دریائے قلزم پر ہے۔ شمال میں بحیرۂ روم سے ملا ہے۔ پھر سواحل اردن اور سواحل حمص اور قنسرین سے ہو کر اس طرف آگیا ہے۔ کہ جہاں فرات جاری ہے۔ اس حد بندی میں شامات کا علاقہ بھی داخل ہے۔ فقط تھوڑا سا ٹکڑا رہ گیا ہے۔ اس کا ایک حصہ دریائے حضرموت کی طرف ہے۔ کہ شام اسی کے سواحل میں سے ہے۔ عرب وہیں سے آکر اس جزیرہ میں اترے ہوں گے۔ اور یہاں ان کی نسل پھیلی ہوگی ✦

ابن عباس نے عرب کی سرزمین کو پانچ حصوں میں بیان

کیا ہے ؛

۱۔ تہامہ یا غور۔ یہ سواحل دریا ہے۔ کہ یمن اور حجاز کے بیچ میں ہے ؛

۲۔ حجاز۔ نجد اور غور کے بیچ میں حاجز یعنی روک ہے مکہ۔ مدینہ۔ جدہ۔ طائف وغیرہ اسی کے مشہور شہر ہیں ؛

۳۔ نجد۔ کہ اوپر اس کے تہامہ اور یمن ہے۔ اور نیچے عراق شام ہے۔ اس میں فید نام ایک قصبہ ہے۔ کہ پہلے اس میں ایک قلعہ تھا۔ اس کا لوہے کا دروازہ تھا۔ سوداگر مسافر اپنا اسباب وہاں محفوظ جگہ سمجھ کر رکھ جاتے تھے۔ اور وہاں کے لوگ اپنا ذخیرہ رکھتے تھے۔ حاجیوں کے ہاتھ بیچتے تھے۔ ذات عرق ایک جگہ عراق کے حاجیوں کی میقات اسی علاقہ میں ہے ؛

۴۔ عروض۔ جس میں یمامہ۔ بحرین وغیرہ ہیں۔ اس ولایت میں پست و بلند بہت ہے۔ بصرہ اور فید کے درمیان میں ایک بڑا وسیع جنگل ہے۔ اسے اہل عرب دہناء کہتے ہیں۔ بلکہ ہر قبیلہ میں اس کا جدا نام ہے ؛

۵۔ یمن کے مشرق میں عمان اور جنوب میں باب المندب مغرب میں بحر الاحمر۔ شمال میں حجاز۔ اس کے مشہور شہر یہ ہیں سبا۔ عدن۔ حضرموت۔ ارم اور عمان وغیرہ وغیرہ۔ یہاں کی سلطنت عاد کے زمانے سے داؤد کے زمانہ تک بہت

بندوبست کے ساتھ رہی۔ تاریخ کی کتابوں میں اس ملک کے بادشاہوں کے بہت قصے لکھے ہیں۔ لیکن ان کے برسوں کی تو تعداد اچھی طرح معلوم نہیں ہوئی +

عربی

عرب کی زبان پر اسلام نے کیا اثر کیا

عرب کے ملک میں اسلام سے پہلے اختلافِ زبان کا یہ حال تھا۔ کہ نجد اور حجاز کی زبان یمن والوں کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ غیر زبان کے لوگوں کے ملنے جلنے سے زبان میں ایک دوسرے کے لفظ بھی مل جل جاتے ہیں اسی واسطے وسط عرب کے قبیلوں کی زبان خالص عربی کہلاتی تھی۔ اور جو غیر ملکوں سے لگے ہوئے تھے۔ ان کی زبان خالص نہ تھی +

عرب کے مختلف قبیلوں میں محاورے بلکہ زبانیں بھی مختلف تھیں۔ مگر قریش کی زبان ان کے خاندان کی شرافت اور شائستگی کے سبب سے فصیح زبانوں میں شمار کی جاتی تھی۔ سبب اس کا

یہ تھا۔ کہ وہ سرحد کے ملکوں سے بہت بچا ہوا تھا۔ اس لیے اس کی زبان بہ نسبت اوروں کے بچی ہوئی تھی۔ اس کے بعد ثقیف ہذیل۔ خزاعہ۔ کنانہ۔ غطفان۔ بنی اسد۔ بنی تمیم تھے۔ اور جو لوگ ان سے ہٹے ہوئے تھے۔ جیسے ربیعہ۔ لخم۔ جذام۔ غسان۔ ایاد۔ قضاعہ اور یمن جو کہ فارس اور حبش کے ہمسائے تھے۔ ان کی زبان کامل نہ تھی۔ یعنی اپنے ہی الفاظ اور رنگ ڈھنگ میں اگر چاہیں۔ کہ ہر مطلب پورا ادا کر جائیں۔ تو نہ کر سکتے تھے اور زبان کے الفاظ لینے پڑتے تھے۔ ان کی زبان قابل سند نہ تھی۔

مکہ۔ قدیم سے حج کا مقام اور تجارت گاہ عام تھا۔ ملک ملک کا آدمی وہاں آتا ہے۔ اس لئے قریش میں بھی غیر زبان کے الفاظ ملے ہوئے تھے۔ لیکن چونکہ شرفائے شہر شائستہ و صاحب تمیز تھے۔ جو لئے اس خوبصورتی سے لیے کہ نہ اس سے زبان کی خوبی گئی نہ اس کا افلاس ظاہر ہوا۔ بلکہ نمک فصاحت اور زیادہ ہو گیا۔

واضح ہو کہ ابتدا سے مضر اور حمیر کی زبان اگرچہ خالص ہے۔ لیکن عام عرب کی زبان سے کچھ علیحدہ ہے۔ ان کی زبان میں الفاظ بہت ہیں۔ اور ہر مطلب اور ہر موقع کے لیے الگ الگ اصلی الفاظ وضع کیے ہوئے ہیں۔ اس لئے مطلب کا

جوہر خوب روشن ہو کر ادا ہو جاتا ہے۔ ہر انگلی کا جدا نام اور دانتوں کے اقسام یا ہر حیوان کے پاؤں وغیرہ الفاظ پر خیال کرو۔ اسی طرح ایک سفیدی) ہے۔ مگر کس کس موقع پر اس کے لئے کیا کیا لفظ بولتے ہیں۔ اس طرح جانوروں کے گھونسلے کی اقسام وغیرہ ﴿

مگر بے فائدہ کثرت الفاظ کی بھی ایک قباحت ہے۔ اسلام کے کئی سو برس بعد عجم کے ملاپ سے آخر کے اعراب بھی جاتے رہے۔ اور فاعل ومفعول وغیرہ کے لئے تقدیم و تاخیر کے پیچھے رہ گئے۔ مگر بلاغت اور مطلب کے حد کو پہنچا دینے میں اسے کمال تھا ﴿

خاص عرب کی زبان میں اتنے الفاظ نہیں۔ مگر ان کی ترکیب الفاظ اور تالیف کلام۔ تقدیم و تاخیر۔ حذف و حرکت اور اعراب کے اشاروں میں سے حالت اور کیفیت بات کی خوب کھلتی ہے۔ حروف غیر مستقل۔ لغات بلکہ جملوں کے کام دے جاتے ہیں۔ اس واسطے ان کا کلام بہت مختصر اور مفید ہوتا ہے۔ چنانچہ عیسیٰ بن احمد نحوی سے ایک شخص نے کہا کہ عربی میں ایک ہی مطلب کے لئے کئی کئی جملے ہیں۔ یہ کیا بات ہے۔ مثلاً زیدٌ قایمٌ۔ انّ زیداً قایمٌ۔ انّ زیداً لقایمٌ اور ایک ہی معنے ہیں۔ اس نے کہا کہ پہلا جملہ فقط ایک بیخبر

کو خبر دیتا ہے۔ اور دوسرا اس کے لئے ہے۔ جس نے سُن لیا ہے۔ اور انکار کرتا ہے۔ اور تیسرا اس کے لئے ہے۔ کہ بار بار سُنا ہے۔ اور پھر انکار کرتا ہے ﴿

الغرض بدوی یعنی صحرا کے لوگ چونکہ کسی سے ملتے جلتے نہیں۔ اسی واسطے جس طرح ان کے نسب خالص تھے اسی طرح زبان بھی خالص عربی تھی۔ اور شہروں کی زبان جس قدر کثرت انواع خلایق کی ہوئی۔ اسی قدر مخلوط ہو گئی قرآن شریف اسی اعتبار سے مضر ہی کی زبان میں نازل ہوا کہ قریش اس کی شاخ تھے۔ مگر قریش کی زبان میں اَور زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ چونکہ خانہ کعبہ قریش سے متعلق تھا اور ہمیشہ لوگوں کی آمد و رفت تھی۔ اس لئے مکہ کی زبان فصیح۔ الفاظ سلیس۔ پاکیزہ اور طریقہ بھی شائستہ تھے۔ چنانچہ قرآن۔ حدیث اور احکام اسلامی یعنی ان کی فقہ کی زبان یہی تھی۔ اس لئے یہ زبان مذہب کے ساتھ تمام عرب اور دیار اسلام کی زبانوں پر حاکم ہو گئی۔ آیات و احادیث کے اختلاف معانی کے احتیاط سے اور کچھ اس سبب سے کہ عجم کی آمیزش سے اعراب اُکھڑے جاتے رہے۔ اور بہت سے غیر لفظ مل گئے۔ اس لئے زبان میں ایک عالم آشوب فساد اٹھا۔ اور زبان کے حامی جو صاحب علم ہو گئے تھے۔ متوجہ ہوئے۔ کتابیں۔ لغت اور

صرف و نحو کی تصنیف کیں۔ تاکہ بنیاد اصلیت کی قائم رہے اور اس سے گویا آج تک مصر کا نشان قایم ہے۔ اور اس کے بھائی حمیر کی زبان کی اصلیت بالکل جاتی رہی۔ کیونکہ اس کا کوئی پاسبان نہ تھا۔ چنانچہ نمونہ کے طور پر چند الفاظ اس کے لکھے جاتے ہیں۔ کہ عہد قدیم میں بولے جاتے تھے۔ اور حضرموت اور مہرہ میں اب بھی اس کا اثر باقی ہے ؛

یہ بھی واضح ہو۔ کہ عرب کے شہروں کی زبان اس وقت بھی اور بعد اسلام کے بھی خالص عربی نہ شمار ہوتی تھی یعنی نہ خالص مضر کی زبان تھی نہ عرب کے اہل بدو کی۔ اس کا بجائے خود ایک جدا ہی ڈھنگ تھا۔ قاعدہ ہے کہ جس قسم کے لوگ کسی ملک میں زیادہ ہوں۔ تو یا ان کی بولی زبان پر غالب ہو جاتی ہے یا حکومت کی زبان غالب ہوتی ہے۔ جبکہ اسلام ممالک متخیلہ میں پھیلا۔ تو بموجب دستور عام دنیا کے چاہیے یہ تھا کہ جہاں جہاں حکومت جاتی دربار کو وہیں کی زبان بولنی پڑتی۔ مگر حضرت عمر نے عجم کی بولی ممنوع کر دی۔ اور فرمایا کہ زبان عجم دغا ہے۔ اس لئے عربی ہی سب جگہ نشان اسلام ہو کر جاری ہوئی۔ یہاں تک کہ محمود غزنوی کے وقت میں بھی دفتر اور شاہی خط و کتابت عربی زبان میں تھی۔ مگر خلفاء عباسیہ ہی کے وقت میں جب کہ خیال کرتے ہیں۔ تو مختلف ولایتوں کے

لوگوں کے شمول کے سبب سے مضر کی اصلی زبان میں کوسوں کا فرق ہو گیا۔ کیونکہ خاص عرب میں ملک ملک کے لوگ آنے لگے۔ اس لیئے وہ بھی خالص نہ رہی۔ بلکہ جن جن ولایتوں میں انہوں نے حکومت کے ساتھ سکونت جمائی۔ وہاں ان کی عربی سب سے زیادہ بگڑی۔ کیونکہ رشتہ داریاں۔ بچوں کی پرورش۔ نشست و برخاست وہیں کے لوگوں میں تھی۔ مغرب کے کنارہ میں اضلاع افریقہ اور اندلوس میں بربر اور فرنگ کی زبان مل گئی۔ اسی طرح عراق و فارس کی جانب میں ترکی اور فارسی مل گئی ✣

پہلے وہ لوگ جس طرح اپنے خاندانوں کے خالص ہونے کو فخر سمجھتے تھے۔ اسی طرح زبان کے دوغلا ہونے کو بھی عیب سمجھتے تھے۔ مگر اب وہ حسن جس کی اہل عرب و خصوصاً اہل بدو نے آن باندھ رکھی تھی۔ کہ ہم اپنی زبان میں اپنا ہی لفظ بولینگے دوسری زبان کا لفظ لے کر محتاجی یا دوغلا پن نہ ظاہر کریں گے وہ آن ٹوٹ گئی۔ چنانچہ اس بنیاد پر یہ محاورہ ہے کہ اعرب الرجل یعنی فصیح کلام کیا اور اعجم الرجل یعنی بفصاحت نہ بولا ✣

گھر میں تو زبان کا یہ حال ہوا۔ غیر ملکوں میں ایک بڑی قباحت یہ ہوئی۔ کہ زبان کو لوگوں نے صرف و نحو کی کتابوں پر منحصر کر دیا۔ افریقہ۔ اندلوس۔ ایران۔ توران ہندستان

ہیں زبان عرب کی تحصیل صرف و نحو پر آ ٹھیری۔ اسے بھی لوگ اور علوم کی طرح پڑھنے لگے۔ اور ترکیب یعنی لفظوں کے جوڑ توڑ۔ محاورات نئے موقعہ۔ کلام کے اسلوب اور عبارت کے رنگ ڈھنگ سے جو مطالب کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں۔ اس کی پرواہ نہ رہی۔ نحوی قاعدوں سے ذہن لڑا کر بحثیں کرنے لگے۔ گویا زبان عربی کے اصول بھی منطقی مباحثے بن گئے۔ محاورات اور زبان دانی کے اصول اس کے ملک سے دور جا پڑے۔ صرف و نحو میں ایسے ڈوب گئے۔ کہ اصل زبان سے ہی ہاتھ اٹھا لیا۔ سبب اس کا یہ تھا۔ کہ لوگ تعلیم زبان کے وسایل یعنی صرف و نحو کو مقصود بالذات سمجھ کر انہی کے پیچھے پڑ گئے اور افسوس کہ ملکہ زبان اور فصاحت بیان جو اصل مقصود تھے۔ ان سے محروم رہ گئے۔

اس واسطے زبان کے شایق کو چاہیے۔ کہ اہل زبان کے محاوروں کو ہمیشہ دیکھتا رہے۔ کہ کس موقع پر کیا بول جاتے ہیں۔ عبارتوں کے اسلوب اور کلاموں کے جوڑ بندوں کو دیکھے۔ کہ کس مطلب کو کیونکر ادا کرتے ہیں۔ بہت مثلیں اور شواہد یاد کرے۔ فصیح اشعاروں کو اٹھتے بیٹھتے پڑھا کرے۔ اور ان سے دل پر کیفیت

اٹھایا کرے۔ کہ ذوق زبان کی گرمی اور بھی چمکے ٭

ظاہر ہے۔ کہ صرف و نحو وسیلہ ہے نہ کہ اصل مقصود۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے۔ تو اپنے ماں باپ کی زبان صرف و نحو سے نہیں سیکھتا۔ بلکہ ہر دم اور ہر لحظہ ان کے کثرت کلام اور محاوروں کی مزاولت اس کے دل میں اصول قواعد کا خزانہ بھرتی جاتی ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ خود بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ جب حقیقت حال یہ ہے۔ تو ہمیں بھی زیادہ تر مشق اور مزاولت پر متوجہ ہونا چاہیے۔ پھر زبان کا ملکہ حاصل ہونا مشکل نہیں ٭

سیبویہ۔ زمخشری۔ ابو علی فارسی۔ مجد الدین فیروز آباد (صاحب قاموس) عجم ہی تھے۔ عرب نہ ہو سکے۔ مگر مزاولت اور مشق نے ان کی زبان کو عرب کر دیا۔ غرض مختلف ملکوں میں جہاں جہاں عرب کی زبان گئی۔ یہی حال ہوا۔ چنانچہ اہل افریقہ نے اس طرف کم توجہ کی۔ اور ان کی عربی ناقص رہی۔ ان میں ابن رشیق اور ابن شرف سے بہتر کوئی نہیں ہوا۔ البتہ اہل اندلس نے نظم اور نثر ہر ڈھنگ میں کمال پیدا کیا۔ چنانچہ ابن حیان مورخ زبان کا بادشاہ تھا۔

ابن عبد ربہ قسطلی وغیرہ کا طبقہ اپنے فن میں کامل تھا۔ آخر میں شریف اور مالک ابن المرجل بھی ایسے ہی ہوئے مگر جب اندلوس میں بنی الاحمر کا غلبہ رہا۔ تو اہل کمال سب جلا وطن ہو گئے۔ اور سلسلے ٹوٹ گئے کیونکہ افریقی اور بربری ایسی ٹیڑھی زبان ہے۔ کہ اسے عرب کی زبان لطیف سے بالکل لگاؤ نہیں +

پھر چند روز کے بعد دولت عرب نے پلٹا دیا۔ تو ویسے ہی لوگ پیدا ہو گئے۔ ابن قسرمین۔ ابن جابر۔ ابن الحباب وغیرہ کا طبقہ پھر ابراہیم الساحلی الطویحی اور اس کا طبقہ۔ اخیر میں ابن الخطیب کہ جس نے اس فن کا خاتمہ کر دیا۔ اور خود چغلخوروں کی بدذاتی سے شہید ہوا +

اہل اندلوس میں فن زبان کی زبان اور اس کا ملکہ اعلیٰ درجہ کی تحصیل پر تھا۔ چنانچہ اس وقت تک کہ صدہا برس سے حکومت اسلام جاتی رہی۔ مگر الفاظ عربی کے زبان میں باقی ہیں۔ مثلاً الکنطائرہ (الکنطرہ) یعنی پل۔ مگر بربر کے لوگ اس کے برخلاف تھے۔ اندلوس کی اس ترقی کا سبب یہی تھا۔ کہ وہاں اہل عرب بکثرت تھے اور ان لوگوں کی طبیعت کو اس کی تحصیل کی طرف میل

کلی تھا۔ اس لئے سینکڑوں شاعر فصیح و بلیغ ہو گئے۔ مگر
اصل عروج زبان کا دولت امویہ اور عباسیہ ہی میں
معلوم ہوتا ہے۔ کہ آفتاب عین سر پر ہے۔ چنانچہ کتاب
الاغانی جو کہ درحقیقت ایک جامع تذکرہ عرب کے
اہل ادب کا ہے۔ اس بات پر گواہ موجود ہے۔ اس
سے عرب کی لغت۔ زبان کی فصاحت۔ ملک کے حالات
زمانہ کے واقعات۔ اس وقت کے دلوں کے خیالات طبیعتوں
کے شوق۔ دین آئین اور تاریخ ان کے پیغمبر کی۔ اور ساتھ
اس کے فتوحات اور عادات و اطوار۔ خلفا کے اشعار
اور راگ رنگ سب اسی زمانہ کے معلوم ہوتے ہیں
یہ کتاب ان لوگوں کے وطن اور چال ڈھلن کا آئینہ
ہے۔ کہ اس سے بہتر ممکن نہیں۔ ان دولتوں کے بعد
روز بروز تنزل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب کچھ بھی نہیں ہے

اس فصل کی اصل بہار وہی تھی۔ کہ جب یہ سبزہ
زار زمانہ جاہلیت میں خود رو رہتا۔ البتہ عہد اسلام میں
دو تین سو برس تک کچھ تھی۔ مگر وہ ایک اور طرح کی رنگ
آمیزی اور چمن آرائی تھی۔ ماموں کے عہد سے ترک
غلاموں کا بیج پڑا۔ اور وہ لوگ بڑھتے بڑھتے تیس
چالیس برس میں تمام دربار بلکہ ملک پر چھا گئے۔ اس

سے زیادہ یہ ہوا۔ کہ مغربی ملک ہاتھ سے نکل گئے۔ ادھر
کی طرف ایران۔ توران میں سامانی۔ سلجوقی۔ خوارزمی
غزنوی سلطنتیں خود سر ہوگئیں۔ کہ چند روز کے بعد جو خلیفہ
کا دربار کہلاتا تھا۔ وہ ترک ہوگیا۔ اصل عرب وہی جنگل
اور لوگ وہاں کے اپنے اپنے ویرانوں میں بیٹھ کر جنگلی ہوگئے
عرب کی زبان کا نام و نشان بھی نہ رہتا۔ مگر مذہب کے سبب
سے قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی اس کی محافظ رہے کہ ان کے سبب سے
آج تک جا بجا قرآن و حدیث میں اور علمار اسلام کی تصانیف
میں باقی ہے۔ گویا جس طرح لاطینی یعنی قدیم روم کی زبان اب
پادریوں پر ہی منحصر رہ گئی ہے۔ اسی طرح عربی زبان عالموں اور
ملاؤں میں ہے یا شام اور مصر میں کچھ بقیہ باقی ہے۔ مگر یہ زبان بھی
اس وقت کے اہل حضر کی زبان ہے۔ خالص بدو کی زبان اور اس
کا رنگ۔ ڈھنگ کچھ اور ہی تھا۔ اس کا نمونہ چاہو تو
دیوان امراء القیس
لبید۔ قیس عامری۔ عنترہ۔ نابغہ ربیالی وغیرہ شعرا اور
اکثر یہودیوں اور عیسائیوں کی تصنیفات میں جو کہ اس
زمانہ میں یا اس سے پہلے تھے۔ البتہ موجود ہے +
جو اصل زبان کے جوہری ہیں۔ وہ اس وقت بھی
متنبی اور معری تک کو نہ جانتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ

ان میں فارسی کا رنگ ملا ہوا ہے۔ اور حریری کو کہتے تھے
کہ لفظوں کا مرصع کار ہے۔ اور خیالی میناکاری کرتا ہے۔
بات کی اصلیت نہیں ادا کر سکتا۔

لغت کی کتابیں کیونکر تصنیف ہوئیں

عرب کی زبان غالباً زیادہ تر عبرانی اور کچھ بابلی اور
سریانی کے طور پر ہے۔ اس کے اکثر لفظ سہ حرفی ہی
ہیں۔ کہ اس میں اس کے مشتق اور نئے لفظوں نے اس
طرح ترکیب پائی ہے۔ جیسے فقط ہڈیوں پر گوشت پوست
رگ۔ پٹھے چڑھ کر پورا آدمی ہو جاتا ہے۔ انہی تین حرفوں
کے تغیر حرکات یا کمی بیشی سے مختلف صیغے نکلتے ہیں۔ اس
زبان میں ہر شے کے لئے جو لفظ ہے۔ اس میں اکثر کچھ
مناسبت اور وجہ تسمیہ بھی ضرور ہے۔

جب کہ زبان عرب بدو اور حضر میں تقسیم ہو گئی
اور حضر والوں کو اپنی اصلی زبان کے ضائع ہو جانے
کا خیال ہوا۔ اس کے علاوہ غیر ملکوں کے لوگ بھی آکر
شامل ہو گئے۔ لکھنے پڑھنے کا چرچا خوب ہو گیا تو یادداشت
کے لئے لغت کی کتابیں ترتیب ہونے لگیں۔ سب میں

پہلے خلیل نے ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام کتاب العین رکھا۔ اگرچہ ترتیب بڑی پیچیدہ رکھی ہے مگر کل لغات کا انحصار عجب دانائی سے کیا ہے۔ یعنی اول ۲۹ حرفوں کو لے کر دو حرفی لفظ بنا لیے۔ پھر کل دو حرفیوں کو مقلوب کر کے دیکھ لیا۔ اور اس میں سے لفظ لے لیے۔ پھر ہر دو حرفی کے ساتھ آگے پیچھے بیچ میں ایک ایک حرف بھی لگا کر دیکھ لیا کہ ثلاثی لفظ بھی کل نکل آئے۔ پھر ہر ثلاثی میں ایک ایک حرف لگا کر دیکھ لیا۔ اس میں سب رباعی نکل آئے۔ اور پھر خماسی وغیرہ ❖

غرض اس طرح سے کل الفاظ آ گئے۔ کہ کسی لفظ کا رہ جانا ممکن نہیں۔ مگر باب اس کے حرف معجم کی ترتیب پر ہیں۔ پہلے ثلاثی پھر رباعی وغیرہ۔ اول سب سے حروف حلق کو لیا ہے۔ پھر وسطی حرف پھر جو حرف دانتوں سے نکلتے ہیں۔ پھر جو ہونٹ سے نکلتے ہیں اسی واسطے اس کا نام کتاب العین رکھا ہے کیونکہ عین ہی اول میں آیا تھا۔ اسی زمانہ میں متقدمین ایسے ہی نام رکھا کرتے تھے۔ ثلاثی کے بعد مہمل اور رباعی وغیرہ کو لیا ہے۔ کیونکہ یہ بہ نسبت ان کے قلیل ہیں۔

اور حروف علت کو سب سے اخیر میں ڈالا ہے۔ کیونکہ یہ
فقط ہوائی ہیں۔ ثلاثی الفاظ کو پہلے اسی واسطے لیا۔
کہ بہت ہیں۔ اور استعمال میں بھی بہت آتے ہیں ؛

بعد اس کے ابوبکر زبیدی۔ ہشام المؤید کی
کتابیں اندلس میں لایا۔ اور چوتھی صدی میں اسی
طرح خلاصہ کیا۔ کہ مہمل الفاظ اور شواہد نکال ڈالے۔
کیونکہ خلاصہ کا یاد رکھنا آسان ہے ؛

اہل مشرق میں سے جوہری نے صحاح لکھی۔ ہمزہ
سے شروع کی۔ اور ترتیب میں اخیر حرف کی بھی رعایت
رکھی۔ کیونکہ لوگوں کے بولنے میں حرف اخیر کا اکثر
شبہ رہتا ہے۔ اور انحصار لغت کا خلیل کی طرح کیا ؛

پھر اندلس والوں میں سے ابن سیدہ نے
خلیل کے طور پر کتاب المحکم لکھی۔ مگر الفاظ کے وزن
اور تعریف کا بہت لحاظ رکھا۔ پھر شہر تونس میں
اس کا خلاصہ محمد ابن حسین نے کیا۔ اور ترتیب صحاح
کی کر دی ؛

اس کے علاوہ بہت سی کتابیں مختصر اور مفصل
ہوئیں۔ زمخشری نے حجاز میں ایک کتاب لکھی کہ
جہاں جہاں عرب کے اہل زبان نے اپنے استعمال

ہیں لغت کی اصلیت سے تجاوز کیا ہے ۔ وہ لفظ اس میں
لکھے ۔ چنانچہ ہر زبان کا قاعدہ ہے ۔ کہ ایک لفظ عام ہوتا
ہے ۔ پھر اسے خاص جگہ بولنے لگتے ہیں ۔ اسی طرح
بالعکس اس کے لئے اصول و قواعد اس نے لکھے ہیں
کیونکہ عرب میں ایسے لفظ بہت ہیں ۔ مثلاً ابیض جو سفید
سفید ہو ۔ اشہب ۔ سفید گھوڑا ۔ ازہر ۔ گورا آدمی ۔ املح
سفید بکری ۔ ان میں سے اگر کسی کو ابیض کہہ دے
تو اہل زبان میں بڑی شرم کی بات ہے ۔ اسی طرح
فقط الفاظ کی ترکیب اور لفظوں کے پس و پیش سے
جو فرق معنوں میں پیدا ہو جاتا ہے ۔ وہ بھی خاص
محاورہ اور استعمال عرب پر منحصر ہے ۔ قاعدہ نحوی
وہاں نہیں چلتا ۔ انہی باتوں کا ادیب کو بڑا لحاظ رکھنا
چاہئے ۔ اس کو فقہ اللغت کہتے ہیں ؂

اس طریقہ پر ثعالبی نے ایک کتاب فقہ اللغت
بہت خوب لکھی ہے ۔ کہ کوئی بات چھوڑی نہیں ۔ اس
کے علاوہ مبسوط اور مختصر کتابیں بہت ہوئیں ۔ جیسے ابن
سکیت کے الفاظ اور ثعلب کی فصیح ۔ ان کتابوں
سے معلوم ہو جاتا ہے ۔ کہ ہر ایک بات کے لئے
استعمال اہل زبان کا شرط ہے ۔ محاورہ اور بے محاورہ

کیا شے ہیں۔ بلکہ بے محاورہ لفظ بولنا انسانیت کے
مخالف معلوم ہوتا ہے ✤

اس کے بعد اگرچہ بہت کتابیں اس علم میں
تصنیف ہوئیں۔ مگر قدیمی سلسلہ کی تصنیف میں خاتمہ
قاموس پر ہوا۔ کہ آج تک ایران۔ ترکستان
و ہندوستان کا اس پر مدار چلا آتا ہے۔ لیکن آج
کل سخت مشکل ہے۔ کیونکہ چھ سات سو برس کے عرصہ
میں ہزارہا لغت اس زبان میں داخل ہو گئے ہیں کہ
اس کے کوئی سامان یہاں کے لوگوں کے پاس نہیں۔
اور تعجب ہے کہ اہل عجم نے بھی اس کے علاج کا کوئی
فکر نہیں کیا۔ صدہا کتابیں یورپ کی عرب اور اسلامبول
میں ترجمہ ہوئی ہیں۔ مگر ہندوستان وغیرہ میں عربی کے
عالموں کے حق میں بے کار ہیں ✤

قرآن شریف

قرآن شریف کو اول سے آخر تک دیکھو۔ تو اس کے
تین حصوں میں تین خوشنما رنگ نظر آتے ہیں ✤
پہلے حصہ میں ذکر الٰہی۔ اس کی عظمت۔ جلال اور

صفات و کمال کا بیان ہے - چاند - سورج - زمین - آسمان اونٹ - گائے سے لے کر ذرۂ خاک تک اس کی قدرت کا ظہور ہے - کہ ہر شے میں اس کی صنعت و حکمت کو بیان کیا ہے - عالم محشر بہشت دوزخ کا اکثر حال ہے ساتھ اس کے عبادت اور پند و نصائح اس قسم کی ہیں کہ دل پر اثر کرتی ہیں - طرز بیان میں طبعی فصاحت و بلاغت عرب کی ملحوظ ہے - یہ سب مکی آیتیں ہیں ٭

دوسرے حصہ میں قدیمی سرگذشتوں کے حوالے دین حنیف کا اثبات - ملت موسوی اور عیسوی کی تنقید سے کیا ہے - اس میں مناظرہ اور مباحثہ کا طور بھی پایا جاتا ہے - یہ آیتیں بھی اکثر مکی ہیں ٭

تیسرے حصہ میں کاروبار کے عملدرآمد پر دینی احکام اطاعت و فرمانبرداری کی ترغیب - جس میں معاملات کے مسایل اور جو مقدمے پیش آنے لگے تھے - ان میں حاکمانہ فیصلے اور احکام کی سیاست بھی پائی جاتی ہے - یہ سب آیتیں مدنی ہیں ٭

جس طرح تاریخ عالم میں انبیاء سلف کے سلسلے پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ تغیر زمانہ کے مطابق ایک پیغمبر بعد دوسرے کے مناسب وقت احکام

لایا۔ اسی طرح برسوں کے چھوٹے چھوٹے مجموعوں میں معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس طرح لوگوں کی حالت بدلتی گئی ویسے ہی احکام جاری ہونے لگے ؏

اس کی تلاوت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ترتیب اس کی مطابق تنزیل کے نہیں۔ سورتیں اور آیتیں پس و پیش ہیں۔ اکثر منسوخ بھی ہیں۔ چنانچہ یہی حال تمام کتب سماوی کا ہے۔ توریت۔ زبور۔ انجیل کسی میں بھی ترتیب زمانہ کی درست نہیں۔ نہ ایسی کتابوں میں کچھ اس کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان میں عبادت الٰہی کے مسایل اور اصلاح نفس کے نصائح ہیں۔ کوئی تاریخ کی کتاب نہیں کہ واقعات زمانہ بترتیب سالانہ ہوں۔ مگر یہ لطف قابل ذکر ہے کہ تیرہ سو برس گذر چکے ہیں۔ کہ افریقہ کے کنارہ سے وسط ایشیا اور ہند کے اس کنارہ تک جس مسلمان کے ہاتھ میں قرآن دیکھو۔ اسی ایک اصل کے مطابق ہے کسی میں نقطہ کا بھی اختلاف نہیں۔ اور کل اہل عقیدہ[1] کے نزدیک اس پر عمل کرنا واجب ہے ؏

---

[1] اس عبارت کو باقی رکھنا چاہیئے۔ بہت ضروری ہے ؏ حسن نظامی

جرمن کے شایقان عربی نے سورتوں کی ترتیب کا کچھ کچھ پتہ لگایا۔ اور وہ اکثر اسی ترتیب کے موجب ہمیشہ اپنے قرآنوں کے ساتھ فہرست چھاپتے ہیں۔ کہ مطالب کے نکالنے میں آسانی ہو ؛

بچوں کو تحفے

غنچۂ حکمت انسان کے بچوں کے لئے تعلیم کس قدر ضروری ہے ؟ اس فلسفی بحث کو مختلف جانوروں کے قصے کہانی کے ذریعہ ثابت کیا ہے۔ بچوں کے واسطے ایسی دلچسپ کتاب آج تک لکھی نہیں گئی۔ اس میں چڑیا۔ کوا۔ کبوتر۔ بکری وغیرہ کے عجیب و غریب قصے اور بحثیں درج ہیں۔ زبان عام فہم اور دل میں اُتر جانے والی۔ اس کا پڑھانا بچوں پر واجب سمجھنا چاہیئے۔ مصنفہ آغا محمد طاہر نبیرہ حضرت آزاد۔ صفحہ ۲۵ - قیمت ۴ ؎

قیدی شیر یہ ایک بہادر مگر نادان شیر کی کہانی ہے کہ وہ کس طرح اپنی فضول خرچیوں کی وجہ سے ایک سود خوار بلی کا قیدی بن کر مر گیا۔ اس میں بلی کے ہتھکنڈے شیر کا بھولپن۔ قرض کی خرابیاں۔ سود پر روپیہ لینے کی تباہیاں ایسے انداز اور لاثانی آسان اردو میں لکھی ہیں۔ کہ بچوں کے دل پر